

افکار و آرا

”مکتوب مفتوح“ پر تنقید کا جواب

”ماہنامہ فاران“ کو اچھے میں ماہ جون کے فنکرو نظر میں جو مکتوب ”مفتوح“ صدر مملکت جناب فیڈرل مارشل محمد ایوب صاحب کے نام چھپا ہے اس پر تنقید کہ گئی ہے۔ ”مکتوب مفتوح“ کے مکتوب نگار الطاف جاوید صاحب نے اس تنقید کے جواب میں ”میرا ماہنامہ فاران کو ایک خط لکھا ہے جسے کہے نقل انہوں نے بھجوانے ہے، جو درج ذیل ہے، (مدیر)

گرامی قدر، ماہ القادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ مکتوب کی اشاعت اس پر تنقید اور اس کی کاپی ارسال فرمانے پر شکریہ۔

عوض خدمت ہے کہ دیئے تو میں الزامات کا جواب دینے کا قائل نہیں ہوں کیونکہ اس سے جواب الجواب کا ایک لائقابی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور بات کسی نینتو تک نہیں پہنچ پاتی۔ تاہم میں نے مناسب سمجھا کہ ایک تو آپ کی خدمت میں اپنی چند معروضات پیش کر دوں، پھر سب کچھ اللہ کے حوالے،

محترمی! آپ کو مخاطب کرتے ہوئے میں اس بات سے پوری طرح واقف ہوں کہ میرا مخاطب جماعت اسلامی کے ایک فرد ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ جماعت اسلامی کے ارکان غالباً تعداد ایسی ہے کہ اس سے علم و دانش کے

مسئلہ اصولوں کی بنا پر بات کرنا بے فائدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ صرف اذعانیت پسند D O C T R I N A R I E زبان میں بات کر سکتے اور اپنی اصطلاحوں میں بات سننے کا عادی بھی ہوتا ہے۔

میرے خیال میں یہ المیہ اس لیے واقع ہوا ہے کہ حق تعالیٰ اس عہد میں ”کل یوم ہونفستان“ کے مطابق

جس نئی شان میں جسوہ گرہے، اس نئی شان کے منطقی تقاضوں سے جماعت اسلامی کا تصور کائنات و حیات نا آشنا ہے۔ بلکہ وہ اس نظریہ کا سرے سے قائل ہی نہیں کہ حق تعالیٰ کی شہسوں متجددہ تاریخ کے نئے اود اور تخلیق کرتی ہیں۔ جن میں سے ہر دور اپنے ماقبل دور سے وسیع تر اور کامل ہوتا ہے اور تمام احکامات و مسائل میں اپنے سابقہ دور سے مختلف ہوتا ہے۔ لہذا جماعت اسلامی کا تصور حیات و کائنات جو دو سکون کا حامل ہے اور اس لیے اس میں اذعانیت (Dogmatism) تشدد و ماضی پرستی، فطرت، معاشرہ اور خود انسانی شعور میں تبدیلیج رونما ہونے والی منظم ارتقائی حرکت کا جو منزل بمنزل اور مرحلہ بہ مرحلہ کسی متعین غایت اور مقصدیت کے حصول کے لیے رواں دواں ہے، انکار موجود ہے۔

اس کی وجہ سے جماعت اسلامی کا تصور اللہ میں بھی دو بنیادی خامیاں پیدا ہو گئیں، پہلی یہ کہ اس تصور میں ماورائیت (Transcendentalism) اور سرمایائیت (Emmanence) میں باہم تفاعل (Interaction) ہونے کی بجائے ماورائیت کا سرمایائی پہلو پر کئی غلبہ تسلیم کیا گیا ہے اور اس لیے خدافرو کے لیے ایک آئیڈیل (Idea) نہیں رہا جس کے ساتھ وہ نامیاتی (Organic) تعلق قائم کر سکتا اور اس لقاء کے لیے اپنے اندر نفسیاتی اور اخلاقی تبدیلیاں پیدا کرنے کا فوق محسوس کر سکتا ہے۔ بلکہ وجود باری تعالیٰ نے ایک سیاسی امر کی نشیبت اختیار کر لی ہے جو باہر سے انسانوں پر حکم نافذ کرتا اور انہیں اپنی اطاعت پر مجبور کرتا ہے۔ اس وجہ سے جماعت اسلامی کے دینی نظریہ میں کثرت عبادت اور متصوفانہ اشغال کے لیے کوئی جگہ نہیں رہی۔

اس کا دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ شہسولیت کو زمان محسوس (Perceptual Time) اور انسان کے معاشرتی ماحول سے قطعاً ماورائت بار دے دیا گیا۔ اس طرح نظام شہسولیت بھی تخلیقی ارتقاء کا حامل ہونے کی بجائے بس تیار شدہ (Ready made) قوانین و نظریات کا ایک مجموعہ بن گیا جو کہ سختی تسلیمی اجتہاد کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

دوسری خامی یہ کہ اس تصور اللہ میں حرکت کا فقدان ہے اور حرکت کا مفہوم یہاں محض نقل مکانی نہیں بلکہ تبدیلی ہیئت و مافیہ (Form and content) بھی ہے۔ لہذا اس تصور کو اپنانے سے ذہن لازماً اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ تخلیق کرنا تھا، ایک بار تخلیق کر دیا اب نئی تخلیق قطعاً ختم ہو چکی ہے۔ وجود اور اس کے مظاہر محض (Being) ہیں (Becoming) نہیں اس لیے ”نئے اور جدید“ کے لیے اس کائنات و حیات اور شرائع الہیہ میں کوئی جگہ نہیں ہے، اگر اس تصور حیات کو تینوں زبانوں میں کہیں کہ

”زندگی سرمایہ کی ایک طویل اور بھیاںک رات ہے جس میں ہر چیز تھوڑے وقت کے لیے وجود پذیر ہوتی ہے اور نوحہ و شیون کرتی ہوئی ختم ہو جاتی ہے“ تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ جس طرح شوہنہار کا تصور حیات یا س انجیز، جاہد اور نئی تخلیق سے بانجھ ہے، اسی طرح جماعت اسلامی کے فلسفہ حیات سے صادر ہونے والے منطقی نتائج بھی بالکل ویسے ہی ہیں۔

برادر محترم! بات دراصل یہ ہے کہ جس زبان میں آپ بات کرتے ہیں اور جس زبان میں میں بات کرتا ہوں، ان دونوں زبانوں کی جڑیں ہمارے معاشرتی تار و پود کی گہرائیوں میں پیوست ہیں اور یہ اس لیے ہے کہ ہم دونوں کی زبانیں ان طبقوں میں سے کسی نہ کسی طبقہ کے مفاد کی نمائندگی کرتی ہیں جن پر انسانی مفاد مشترک ہے اور یہ عیاں ہے کہ ان کی موٹی تقسیم صرف استحصال کنندہ (Exploiter) اور استحصال پذیر (Exploited) طبقوں کی صورت میں ہی کی جاسکتی ہے۔

تاریخ انسانی میں یہ حقیقت بار بار کے اعادہ سے قطعاً واضح ہو چکی ہے کہ استحصال کنندہ طبقات ہمیشہ ”منے اور جدید“ سے خوفزدہ رہتے ہیں کیونکہ ”تینا“ ان کے معاشرتی مرتبہ (Social status) کو چیلنج کرتا ہے اور چونکہ یہ نیا حق تعالیٰ کی نئی شان کا منبئیدہ ہوتا ہے، اس لیے حق اس کے ساتھ ہوتا ہے اور حق کی فتح یابی اور باطل کی شکست تو قانون خداوندی ہے جسے شکست ہی نہیں بلکہ معاملہ کی نوعیت بل نقدف بالحق علی الباطل فیصدہ مفدا فاذا هو نرا حق (الانبیاء) تک پہنچ جاتی ہے۔

اس کے برعکس استحصال پذیر طبقے نے کی تخلیق کو ہمیشہ بلیک کہتے ہیں کیونکہ اسے اپنانے سے ان کے سامنے زندگی کے نئے افق پر روشنی ہوجاتی ہے اور لامحدود ترقی کے امکانات حقیقت ثابتہ بن کر سامنے آجاتے ہیں۔ ماضی کے ازکار رفتہ نظام حیات میں اساسی اور عمیق تغیر و تبدل کا عمل ان کے وجود کی بقا اور روشن مستقبل کے لیے ضمانت بن جاتا ہے جس سے معتران کے لیے خودکشی کے مترادف ہوتا ہے۔ لہذا میری آپ کی چپقلش ابھرتے ہوئے نئے طبقات اور مرتبے ہوئے نظام حیات کی چپقلش ہے دوسرے الفاظ میں یہ حق اور باطل کی باہمی آویزش ہے اور یہ بات کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر، اس کا فیصلہ تو ”وقت“ کیا کرتا ہے اور اوقت کے منسلق تو آپ جانتے ہی ہیں کہ

زندگی دھراست دھرا از زندگی ۔ لاتبوالواھر فرمان نبی

برادر محترم! میرا مکتوب کسی بدینیتی پر مبنی نہیں تھا یہ تو ایک معمولی ذہن کا تجرباتی عمل کا نتیجہ ہے۔ ایک دروند

دل کی آواز، جو ملتِ اسلامیہ کی زبوں حالی پر کڑھتا ہے اور جس کی نظر میں ملت کی زبوں حالی کا سب سے اہم سبب یہ ہے کہ تاملی فتنہ کے بعد اسلامی معاشرہ میں شکست خوردگی اور پست ہمتی کے قدم جمائے سے جس جلد ترقی بخلی اور سکون پسند تصور حیات و کائنات نے مسلم ذہن پر قابو پایا تھا اس میں حق تعالیٰ کی شان میں تبدیلی کے باوجود جس کا ظہور ہمیشہ زمان و مکان کے اس محسوس مرحلہ اور اس کے مظاہر کے ذریعہ ہوتا ہے کوئی صحت مند تیز و تبدیل نہیں کیا گیا۔

عظیم الشان اور تابناک صدر ایوب کی مضبوط قیادت میں جس صاف ستھرے اور وقت کے جدید تقاضوں کو پس پھانٹنے والے دینی ذہن نے تشکیل پائی ہے، اس مضبوط قیادت اور دینی ذہن کو میں نے اس لیے طبیب کیا ہے کہ وہ اسلام کے مقدس نام پر انسانیت کی شکست خوردہ اور زوال پذیر اقدار کی تجارت کرنے والوں کا ذرا ٹھوس لے تاکہ معاشرتی تعمیر نو کے دوران وہ راہ کی رکاوٹوں پر قابو حاصل کرنے کے قابل ہو سکے۔

عہدِ حاضر کی تاریخ میں جماعتِ اسلامی، میرے نقطہ نظر سے مذہبی پیشوائیت کی سب سے زیادہ (Success) اور (Frustrated) شکل ہے اس لیے پاکستان میں ابھرتی ہوئی نئی معاشرتی قوتوں کو اپنی بقا و استحکام کے لیے اس کا ٹھوس لینا ضروری ہے۔

’جاہلیت‘ کے ہاتھوں اقدار کی چابیاں چھیننے اور حکومت کو منہاج نبوت پر قائم کرنے جیسے بلند بانگ و عاوی کے باوجود، جماعت کے بانی کی کسی کتاب میں سے اللہ رسول، اسلام جیسے مقدس اسما و اصطلاحات کو نکال کر اس عبادت کو پھر سے تحریر کریں تو اسی فرسودہ اشکست پذیر اور ظالم نظام حیات کی تصویر ابھر آتی ہے جسے مغرب کے استحصال کنندہ طبقوں کی طرف سے پیش کیا جاتا رہا ہے۔ اس نظام حیات میں اسلامی تو کہیں رہیں، انسانی اقدار کا پتہ بھی نہیں ملتا۔

باقی رہیں وہ گالیاں جو آپ نے ابو جہل، ابولہب اور عبداللہ بن ابی وغیرہ جیسے دینی الفاظ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عرضِ خدمت ہے کہ سمندر میں اگرچہ ہزاروں نالے اور دریا دنیا جہاں کی غلاطت اور کوڑا کرکٹ لے کر گرتے ہیں مگر سمندر اپنی عظمت کے مطابق بدستور پاکیزہ و روشنی بے حد عینیت اور پُر سکون رہتا ہے۔

برادرِ عزیز! لکھا تو بت جاسکتا ہے مگر میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں ۹

کتابوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق نے آبلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرود
آپ کا ہمیدہ مخلص _____ الطاف جاوید